ماڈل دینی مدارس آرڈیننس یا سلب حریت مدارس آرڈیننس

تحریر: مولانا عطاء اللہ شہاب، گلگت

سابقہ سول و فوجی حکمرانوں کے مختلف تجربات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے موجودہ پرویز مشرف حکومت نے ماڈل دینی مدارس کے عنوان سے مملکت خداداد پاکستان میں متنوع دینی خدمات میں مصروف عمل ہزاروں دینی مدارس اور جامعات کی حریت اور آزادی پر بھرپور ضرب لگانے کے لیے ایک آرڈیننس جاری کیا جن کا مقصد یہ ہے کہ: ا۔ ممکن ہوسکے تو دینی مدارس کا خاتمہ کیا جائے، ۲۔ دوسرے درجے میں اُن مدارس کو سرکاری تحویل میں لیا جائے، ۳۔ یا پھر طاقت کا استعمال کرتے ہوئے مدارس کی موجودہ آزادانہ حیثیت کو مجروح کیا جائے۔

مملکت خداداد پاکستان کے اسلامی معاشرے میں دینی مدارس کا خاتمہ یا ان کی آزادانہ حیثیت کو طاقت کے بے دریغ استعمال سے مجروح کرنا ممکن نہیں، اس لیے ان دینی مدارس کو سرکاری تحویل میں لیے جانے کے متعلق ہی سازشیں بُنی جارہی ہیں۔ پرکشش پیش کشیں ہورہی ہیں اور ایوانہائے سرکار میں مشورے ہورہے ہیں انہی سازشوں، پیش کشوں اور سرکاری مشوروں کی ایک واضح جھلک "ماڈل دینی مدارس آرڈیننس" کی صورت میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے، حکومتی ذرائع کے مطابق ۱۸ر اگست ۲۰۰۱ء قانون، انصاف اور بنیادی حقوق ڈویژن اسلام آباد سے ایک آرڈیننس صدر مملکت جنرل پرویز مشرف کے دستخط سے جاری کیا گیا جسے پاکستان مدرسہ تعلیمی بورڈ (ماڈل دینی مدارس کا قیام و الحاق) آرڈیننس ۲۰۰۱ء کا نام دیا گیا۔

چنانچہ "پاکستان مدرسہ تعلیمی بورڈ" جو مدارس کا انتظامی، تعلیمی اور معاشی طور پر نگرانی اور کنٹرول کرے گا، کی ہیئت ترکیبی سے ہی بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ حکومتِ وقت مدارس کو ماڈل مدارس بنانے کی آڑ میں ان کے بارے میں کیا عزائم رکھتی ہے چنانچہ بورڈ کی ہیئت ترکیبی کے مطابق، بورڈ کے کل ۲۵ ارکان ہوں گے جن میں سے ۱۵ سرکار کے نمائندے ہوں گے جبکہ ۱۰ ارکان دینی مدارس کی نمائندگی کریں گے۔ بورڈ کا چیئرمین یا صدر کوئی مشہور ماہر تعلیم ہوگا جس کا تقرر وفاقی حکومت کرے گی۔ اس اعتبار سے چیئرمین شپ کا عہدہ کلی طور پر حکومتی عہدہ ہوگا، اسی طرح بورڈ کا سیکریٹری بھی سرکاری نمائندہ ہوگا، ہاں البتہ وائس چیئرمین یا نائب صدر دینی مدارس کے مختلف بورڈز میں سے کسی بورڈ کا صدر یا ناظم ہوگا جس کا تقرر وفاقی حکومت چیئرمین بورڈ کے مشورے سے کرے گی۔

اس بورڈ کے اختیارات اور ذمہ داریوں میں اور بہت سے امور کے علاوہ دینی مدارس اور جامعات کا نصاب اور سلیبس کا ترتیب دینا بھی ہوگا۔ یہی وہ بات ہے جو حکومت چاہتی ہے کہ دینی مدارس میں مروج اور جاری نصاب تعلیم سرکاری خواہشات کے تابع محض ہو تاکہ

وہاں سے پڑھ کر فارغ ہونے والے علماء اور فضلاء سرکاری اصطلاح کے مطابق، ماڈل علماء کہلائیں اور یہ علماء اور فضلاء سرکاری کاموں (خواہ وہ جس طرح کے بھی ہوں) میں مداخلت یا اُن امور کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنے کی بجائے بلا چوں وچرا علمی سپورٹ فراہم کریں۔ اس بابت بورڈ کا اکثریتی رائے پر مبنی فیصلہ ہی معتبر ہوگا جیسا کہ آرڈیننس کی شق نمبر ۷ کے جزء نمبر ۴ کے ذیل میں اس کی وضاحت بھی کی گئی ہے کہ: ''بورڈ کا فیصلہ موجودہ اور رائے دینے والے ارکان کی اکثریت سے ہوگا اور دونوں طرف یکساں ہونے کی صورت میں چیئرمین کا ووٹ فیصلہ کن ہوگا''...... جو ظاہر بات ہے بورڈ کی موجودہ ہیئت ترکیبی کی صورت میں متعلقہ فیصلہ حکومتی منشاء کے مطابق ہی ہوگا، فی نفسہ کسی رکن کے خیالات پسندیدہ ہونے کے باوجود سرکاری ملازم ہونے کے ناطے سرکار کی منشاء اور چاہت سے سر مو انحراف کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو سکتا ہے اس لیے دینی مدارس کا نصاب جو ہر حکومت کا خصوصی ہدف رہا ہے اس کو پالینا آسان اور سہل ہوگا۔

پاکستان مدرسہ تعلیمی بورڈ جو تمام مدارس دینیہ کے جملہ امور کو انتظامی طور پر ڈیل کرے گا وہ، اکیڈمک کونسل کی سفارشات اور تجاویز لینے کا پابند ہوگا، اکیڈمک کونسل کی حیثیت مجلس شوریٰ کی ہوگی جو ماڈل دینی مدارس اور دار العلوموں میں، تعلیم، نصاب اور امتحانوں کے مناسب معیارات طے کرنے کی سفارش کرے گی، اس کونسل یا مجلس شوریٰ کے کل نو ارکان ہوں گے جن میں سے سات ارکان مختلف وزارتوں سے لیے جائیں گے جو یقیناً حکومتی نمائندے ہوں گے جبکہ بقیہ دو ارکان مشاہیر علماء میں سے لیے جائیں گے۔ سرکاری ملازمین اور حکومتی افراد کی اس واضح اکثریت پر مشتمل اکیڈمک کونسل یا مجلس شوریٰ حکومتی منشاء کی مخالف سفارشات کیوں کر تیار اور پیش کرسکے گی اور اگر بالفرض پیش کرے بھی تو حکومت کیوں کر منظور کرے گی۔ دینی مدارس آرڈیننس کی شق نمبر ۱۴ کے مطابق بورڈ کے افسران اور ملازمین، مجموعہ تعزیرات پاکستان (ایکٹ XLX، ۱۹۶۰ء) کے مطابق پبلک سرونٹس متصور ہوں گے۔ جبکہ شق نمبر ۱۵ کے تحت بورڈ کو دیگر ملازمین یا افسران کی ضرورت پڑ جائے تو بورڈ اُن کا تقرر حکومتی طریقہ کار کے مطابق کرے گا، اس حوالے سے اکیڈمک کونسل اور بورڈ کے ممبران کے طور پر جو علمائے کرام لیے جائیں گے تو اُن کو سرکاری رائے کا پابند بنایا جائے گا یا پھر سرکاری افراد کی واضح اکثریت کی صورت میں ان علمائے کرام کی رائے فی نفسہ عمدہ ہونے کے باوجود غیر مؤثر ہو کر رہ جائے گی یا پھر مشکل پڑنے پر ایسے ممبر علماء کی رکنیت ہی کسی بناء پر معطل کر دی جائے گی۔

مدارس کے فنڈ کے حوالے سے آرڈیننس میں اس بات کی منظوری دی گئی ہے کہ بورڈ کی تمام آمدنیاں (جس شکل میں بھی ہوں) وفاقی حکومت، صوبائی حکومتوں یا دوسرے اداروں کی گرانٹ اور عطیات وغیرہ بطور مدارس فنڈ جمع ہوں گے، البتہ کوئی دوسرا ملک یا اس کی کوئی مالیاتی ایجنسی یا کوئی مخیّر خیراتی ادارہ کی جانب سے کوئی بھی گرانٹ وفاقی حکومت کی منظوری کے بغیر ماڈل دینی مدارس بورڈ قبول نہیں کر سکتا ہے، نیز آرڈیننس کی شق نمبر ۱۸ کے جزء نمبر ۱ اور جزء نمبر ۲ میں، بورڈ کو اپنے حسابات، اخراجات اور آمدنیوں کی مکمل اور درست دستاویزات وفاقی حکومت کو پیش کرنے کا پابند بنایا گیا ہے اور اپنے حسابات کا آڈٹ ایسے ایک یا زیادہ آڈیٹروں سے کرائے گا جو چارٹرڈ اکاؤنٹس، آرڈیننس ۱۹۶۱ء (1992, X9) کے معنوں میں چارٹرڈ اکاؤنٹس ہوں گے جن کا تقرر بھی وفاقی حکومت ہی کرے گی، وفاقی حکومت سے مراد شق نمبر ۲ کے جزء ۴، و کے مطابق وزارت مذہبی امور ہے۔

آڈٹ اور احتساب گو کہ اسلامی طریقہ ہے جو معاشی توازن اور مالیاتی گھپلوں سے بچنے کے لیے نہایت ضروری ہے، آڈٹ دینی

مدارس کے اہل حل وعقد خود ہی اسلامی طریقہ سے جاری کریں، کسی فرد یا ادارے کو اس بابت کچھ کہنے کا موقع نہ دیں، اگر یہی آڈٹ سرکاری سطح پر کی جائے گی تو پھر حکومت آڈٹ کی آڑ میں دینی مدارس اور اہل مدارس کے کردار کو داغ دار کرنے کی کوشش کرے گی۔ آرڈیننس کے آخری شق میں آرڈیننس کے اندر مندرجہ باتوں میں سے کسی بات کے نفاذ میں کوئی مشکل یا رکاوٹ پیش آئے تو وفاقی حکومت بورڈ کی اپیل پر اس مشکل کو (خواہ وہ جس طرح کی بھی ہو) دور کرنے کے لیے اقدام کر سکتی ہے، اس آرڈیننس کی بعض متذکرہ بالا شقوں کی روشنی میں یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ سرکاری سرپرستی یا تحویل میں آزادنہ طریقہ سے مدارس کا سلسلہ چلانا مشکل ہے اس لیے وفاق المدارس العربیہ، تنظیم المدارس، رابطۃ المدارس، وفاق المدارس السلفیۃ اور وفاق المدارس الشیعۃ پاکستان سب نے مشترکہ اور متفقہ طور پر اس سرکاری آرڈیننس کو مسترد کیا ہے اور حکومت سے اس بابت محتاط رہنے کا مطالبہ کیا ہے۔ پھر یہ ایک عجیب بات ہے کہ حکومت اپنے زیر نگرانی چلنے والے اداروں کی اصلاح کے لیے تو کوئی سنجیدہ قدم نہیں اٹھارہی، بجلی، پانی، گیس، مواصلات اور تعلیم جیسی بنیادی ضرورتوں والے حکومتی اداروں میں جو گھپلے اور کرپشن کے جو بدترین واقعات روزمرہ کے معمولات کا حصہ بن چکے ہیں ان کی فوری اصلاح کی اشد ضرورت ہے، حکمرانوں کی اپنی دیانت و اہلیت کا تو یہ عالم ہے کہ کرپشن کے اس طرح کے واقعات کی چھان بین کے لیے ایک حکومت "احتساب سیل" قائم کرتی ہے اور دوسری حکومت آکر "احتساب سیل" کے ذمہ داروں کو کرپشن ہی کے جرم میں اندر کر دیتی ہے اور ایک نیا احتسابی ڈھانچہ تشکیل دیا جاتا ہے جو اگلی حکومت کے عملی احتساب کے ہتھے چڑھتا ہے، ملک وقوم کے ساتھ ناانصافی کا یہ سلسلہ گذشتہ کئی حکومتوں سے چلا آرہا ہے، سرکاری اسکولوں اور تعلیمی اداروں کی خستہ حالی کا جو حال ہے وہ سب کے سامنے ہیں، فرنیچر اور ڈیکوریشن کی معمولی سی اشیاء بھی سرکاری کارندے فروخت کرکے رقم اینٹھ لینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے، ہزار خرابیوں والے اس نظام کو چھوڑ کر جب حکومت دینی مدارس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوتی ہے تو ایک انصاف پسند ذہن خود بخود اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہوتا ہے کہ یہ قدم اٹھے نہیں، اٹھائے گئے ہیں، اللہ تعالیٰ دینی مدارس کو اپنوں اور غیروں کے شر سے محفوظ فرمائیں۔

آخر میں علامہ اقبال رحمہم اللہ کی اس پر درد اور ہمدردانہ اپیل کے ذکر پر اپنی معروضات کا اختتام کریں گے جو انھوں نے ان دینی مدارس کی آزادانہ حیثیت کو برقرار رکھنے کے متعلق سفر اُندلس سے واپسی پر قوم وملت سے کی تھی۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

"ان مکتبوں کو اسی حالت میں رہنے دو، غریب مسلمانوں کے بچوں کو انہی مدارس میں پڑھنے دو، اگر یہ ملا اور درویش نہ رہے تو جانتے ہو کیا ہوگا؟ جو کچھ ہوگا میں انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ آیا ہوں، اگر ہندوستانی مسلمان ان مدرسوں کے اثر سے محروم ہوگئے تو بالکل اسی طرح ہوگا جس طرح اُندلس میں مسلمانوں کی آٹھ سو برس کی حکومت کے باوجود آج غرناطہ اور قرطبہ کے کھنڈرات اور العمراء کے نشانات کے سوا اسلام کے پیروؤں اور اسلامی تہذیب کے آثار کا کوئی نقش نہیں ملتا، ہندوستان میں بھی آگرہ کے تاج محل اور دلی کے لال قلعے کے سوا مسلمانوں کے آٹھ سو سالہ حکومت اور اُن کی تہذیب کا کوئی نشان نہیں ملے گا۔"

اللّٰھم لاتسلّط علینا بذنوبنا من لایرحمنا۔ آمین

☆☆☆